ٹیلی ویژن کے لیئے لکھنے کا فن

امجد اسلام امجد

شعبہ ابلاغیات
پنجاب یونیورسٹی، لاہور

ٹیلی ویژن کے لیئے لکھنے کا فن

امجد اسلام امجد

شعبہ ابلاغیات، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

پیش لفظ

اس بات کا ہر کوئی معترف ہے کہ پاکستانی نوجوانوں کو اگر مناسب مواقع میسر آجائیں تو وہ محنت اور ذہانت و اہلیت کا بے مثال مظاہرہ کرتے ہیں- لیکن بد قسمتی سے اگر کوئی واضح نصب العین سامنے نہ ہو، معاشرتی ناانصافیاں عام اور روزگار کے مواقع ناپید ہوں تو ایسے حالات میں نوجوانوں کا سماجی و نفسیاتی مسائل کا شکار ہو جانا قدرتی امر ہے-

گذشتہ کچھ عرصہ سے ملازمت اور ترقی کے مواقع کے سلسلے میں کمپیوٹرز اور خاص کر سافٹ ویئر ٹیکنالوجی کا بہت غلغلہ ہے- جس سے اقبال کے شاہینوں کو بلند پروازی کے لئے کھلے آسمان کی نیلگوں وسعتیں اپنے سامنے نظر آ رہی ہیں- کمپیوٹر بہت سے نوجوانوں کے لئے اپنے مستقبل کو سنوارنے اور مقابلہ و مسابقت کی دوڑ میں آگے ہی آگے جانے کے سلسلے میں بہت اہمیت رکھتا ہے- تاہم ایسے نوجوان بھی ہیں جو کمپیوٹر کی سائنسی نوعیت اور ریاضیاتی مزاج کی بناء پر اسے کچھ مشکل اور پیچیدہ سی چیز سمجھتے ہیں-

حقیقت یہ ہے کہ آج ہمارے نوجوانوں کے لئے کمپیوٹر سافٹ ویئر ٹیکنالوجی سے بھی بڑھ کر جس میدان میں روزگار اور ترقی کے بے حد و حساب مواقع موجود ہیں وہ فلم، ٹیلی وژن اور ریڈیو پراڈکشن (پروگرام تیار کرنے) کی ٹیکنالوجی ہے-

اگر کمپیوٹر سافٹ ویر یا ہارڈ ویر میں کمال حاصل کرنے کے لئے سائنس ریاضی اور انجینیرنگ میں کسی نہ کسی حد تک مہارت کی ضرورت ہے تو اس کے مقابلے میں ٹیلی وژن پراڈکشن کے کام میں کمال حاصل کرنے کے لئے صرف اس کام میں کے شوق، دلچسپی، محنت اور لگن ہی کافی ہے-

پراڈکشن کے مختلف مراحل اور تقاضوں کی سوجھ بوجھ حاصل کر لینے والا کوئی بھی شخص مناسب سرمایہ کاری کے ذریعے پروڈیوسر بن سکتا ہے- کیمرے کے استعمال، ایڈیٹنگ اور ڈبنگ حتیٰ کہ اداکاری اور سکرپٹ رائیٹنگ جیسے کام بھی کچھ ہی عرصے کی مشق اور مہارت کے بعد بہت عمدگی سے کئے جا سکتے ہیں- لکھنے کے فن میں کچھ سوجھ بوجھ یا اس کا شوق رکھنے والے لوگ ریڈیو، فلم اور ٹیلی وژن کے لئے اچھی اور کامیاب تحریریں لکھنے کے مراحل طے کر سکتے ہیں-

کمپیوٹر یا سافٹ ویر کا کام اگر خشک اور مشکل ہے تو ٹیلی وژن پروگرام تیار کرنے کا کام بہت دلچسپ اور ولولہ انگیز ہے- الیکٹرانک میڈیا کے لئے لکھنے یا پراڈکشن کے کام کا بہت بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ کام اگر عمدہ ہو تو انسان کو ہزاروں لاکھوں لوگوں کی طرف سے داد ملتی ہے، دولت کے علاوہ مقبولیت اور شہرت بھی حاصل ہوتی ہے- سافٹ ویئر انڈسٹری میں آئندہ دس پندرہ برس کے بعد ملازمت اور ترقی کے مواقع کم یا ختم ہو سکتے ہیں لیکن فلم، ریڈیو اور ٹیلی وژن کی پراڈکشنز کا سلسلہ ایک لامتناہی سلسلہ ہے جس میں ملازمت اور ترقی کے مواقع بڑھتے ہی جائیں گے- اس فن میں مہارت حاصل کرنے کے بعد کم از کم اس صدی کے اختتام تک بے روزگار ہونے کا کوئی خدشہ نہیں-

اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ آج کے دور میں ترقی یافتہ قومیں ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے کمزور اور ترقی پذیر ممالک پر تسلط و غلبہ حاصل کئے ہوئے ہیں، ان کے ذرائع ابلاغ عام ترقی یافتہ ممالک کی حکومتوں کو بلیک میل کر کے ان ممالک میں اپنا سیاسی اور اقتصادی اثر و رسوخ قائم کرتے ہیں، اور اپنے استحصالی عزائم کی تکمیل کے لئے کمزور ملکوں کے عوام کے اذہان کو بھی نفسیاتی حربوں کے ذریعے مسموم کر رہے ہیں- ان کی ثقافتی یلغار کے زہرناک اثرات تو آج ہر گھر میں محسوس کئے جا رہے ہیں-

غیروں کے اس افسوسناک تسلط سے نجات کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ ہم اپنی روایتی بے حسی سے باہر آئیں، خود اس سلسلے میں جو کچھ ہمارے لئے بآسانی ممکن ہے اس کے لئے منصوبہ بندی کریں اور اپنے زیادہ سے زیادہ نوجوانوں کو ٹیلی وژن پراڈکشن کی ٹریننگ دے کر ٹیلی وژن خبروں کے علاوہ، ڈاکومنٹری، ڈرامہ اور دوسرے پروگرام اپنے ٹی- وی - چینلز کے علاوہ تیار

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں

المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0301-7202114 / 0336-5554222

کر کے پوری دنیا کو بھی دیں۔

پرنٹ میڈیا کے مقابلے میں اپنی کشش کی بناء پر الیکٹرانک میڈیا کا دائرہ اثر بے حد وسیع ہے۔ ٹیلی فون اور کمپیوٹر نے ٹیلی کمیونیکیشن کے ساتھ فنی الحاق کر کے انٹرنیٹ جیسے معجزے سرانجام دیئے ہیں، جس سے الیکٹرانک میڈیا کی اہمیت اور بھی زیادہ ہو گئی ہے۔ آئندہ ایک دو سال میں جہاں انٹرنیٹ ٹیکنالوجی میں بہت اضافہ اور اس کی سروس تقریباً مفت ہو جائے گی، وہاں ڈیجیٹل ٹیلیوژن سیٹوں کی انٹرنیٹ تک رسائی بھی جدید ٹیکنالوجی کی بدولت ممکن ہو جائے گی۔ اس طرح انٹرنیٹ گھر گھر میں داخل ہو جائے گا۔

امریکہ اور یورپ میں ابھی سے ان گنت ٹیلی وژن چینل انٹرنیٹ پر شروع ہو چکے ہیں۔ وہ وقت اب قطعاً دور نہیں جب ہر پاکستانی گھر کی انٹرنیٹ تک رسائی ہو جائے گی۔ کسی ڈش انٹینا کے بغیر ہر کوئی گھر بیٹھا سینکڑوں ہزاروں انٹرنیٹ ٹیلی وژن چینلز تک رسائی حاصل کر سکے گا۔ یہ سب کچھ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے کہ مستقبل قریب میں ٹیلی وژن پراڈکشنز (پروگراموں) کی پوری دنیا میں کس قدر شدید طلب پیدا ہو گی اور اس فن میں کچھ مہارت رکھنے والے لوگ کس قدر کامیابیاں حاصل کریں گے۔

اب ڈیجیٹل کیمروں کی ایجاد کے بعد یہ زمانہ بھی آگیا ہے کہ چند نوجوانوں کی ٹیم چند لاکھ کی سرمایہ کاری سے چند ہلکے پھلکے ڈیجیٹل کیمرے اور کمپیوٹر حاصل کریں اور ان کے مدد سے انتہائی معیاری پراڈکشنز تیار کرتے ہوئے انٹرنیٹ پر خود اپنا ایک ٹیلی وژن چینل شروع کر دیں۔ کسی طرح کے اونچے اونچے ٹاورز، یا ریلے سینٹرز کے بغیر پوری دنیا تک اپنے پروگرام پہنچانے لگیں۔ انٹرنیٹ پر ٹیلی وژن خود ہمارے ہمسایہ بھارت میں (سٹار ٹیلی وژن کے ذریعے) شروع ہو چکا ہے۔

یہ سب ٹیلی وژن پراڈکشنز کے مستقبل قریب میں بے حد و حساب مواقع کی باتیں ہیں، لیکن موجودہ دور میں بھی پاکستانی ٹیلی وژن چینلز لگ بھگ ساٹھ گھنٹے روزانہ کے پروگرام پیش کر رہے ہیں۔ پاکستان ٹیلی وژن کے سٹوڈیوز کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ چینلو کی نت بڑھتی ہوئی تعداد کے لئے تمام پروگرام خود تیار کر سکیں۔ لہذا نجی پراڈکشن کے بہت سے ادارے میدان میں آچکے ہیں۔ خود پاکستان ٹیلی وژن بھی اپنا وقت نجی اداروں کے ہاتھوں فروخت کر رہا ہے تا کہ ایک مقابلے اور مسابقت کی فضا پیدا ہو سکے۔ اس سب کچھ کے پیش نظر ٹیلی وژن پراڈکشن کے فن میں نوجوانوں کی ٹریننگ کی ضرورت و اہمیت بے حد بڑھ گئی ہے۔ اگر ہم نے ایک زندہ قوم کی حیثیت سے آگے بڑھنا ہے تو پھر یہ کام بھی ہم نے ضرور کرنا ہے۔ شعبہ ابلاغیات Mass Commmunication Department نوجوانوں کو اس فن میں ضروری ٹریننگ دینے کا پروگرام رکھتا ہے۔ اس سلسلے میں ہم تمام ماہرین سے ضروری مشاورت کے بعد قدم آگے بڑھا رہے ہیں۔ ٹیلی وژن کی ممتاز شخصیت جناب امجد اسلام امجد کا ہمارے شعبہ میں ٹیلی وژن کے لئے لکھنے کے موضوع پر خصوصی لیکچر اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ ان کی اس تقریر کو ٹرانسکرائب کرانے میں ڈاکٹر احسن اختر ناز نے سرگرمی کا مظاہرہ کیا اور ہماری ہونہار طالبات مزنہ اور مس سیماب فرحاری نے اس کی ضروری ایڈیٹنگ کر کے اسے حتمی شکل دی۔ اس لیکچر کی افادیت اور اپنے شعبہ کے ارادوں کے پیش نظر ہم اس خصوصی لیکچر کو شائع کر رہے ہیں۔ امید ہے طلبہ و طالبات کے علاوہ اہل نظر خواتین و حضرات اس کتابچے کو ٹیلی وژن کے لئے لکھنے کے فن کے سلسلے میں مفید پائیں گے۔

ڈاکٹر شفیق جالندھری
چیئرمین، شعبہ ابلاغیات
پنجاب یونیورسٹی، لاہور

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں
المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0301-7202114 / 0336-5554222

ٹیلی وژن کے لئے لکھنے کا فن

ٹی وی کے حوالے سے کوئی بھی بات شروع کرنے سے پہلے ہمیں یہ ضرور سامنے رکھنا چاہیے کہ ٹی وی کہیں خلاء میں نہیں بنا تھا۔ یہ ایک عمل سے وجود میں آیا۔ اس کی ایک تاریخ ہے۔ انسانی فطرت کا اظہار کرنے یا کسی چیز کو produce کرنے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ صدیوں پرانے طریقے ہیں جو تاثرات کو ظاہر کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ ڈرامہ کا یہیں سے آغاز ہوا۔ دنیا کے قدیم ترین کلچرز میں رقص میں جو تاثر ملتا ہے وہی بعد میں ڈائیلاگ، سین کی شکل میں مختلف جدید آلات کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔ یہ تاثرات انسان کی زبان یعنی اس کے الفاظ کی صورت میں ہم تک بامعانی پیغام رسانی کرتے ہیں۔ اس سے پہلے صرف body language, expression, اور جسمانی اشارے (physical gesture) ہوا کرتے تھے جو زبان کا کام دیتے تھے۔

انسان جب بولنا نہیں جانتا تھا تو دو طرح سے اپنے جذبات کا اظہار کرتا تھا۔ اپنے جسمانی اشارہ (physical gesture) سے، جس میں غصے، غم، ارادے کا اظہار مختلف طریقوں سے کرتا تھا یا پھر ان آوازوں کے ذریعے، جن کا کوئی باقاعدہ مطلب نہیں ہوتا تھا۔ لیکن ان کی sound سمجھا دیا کرتی تھی کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے یا کس طرح کے جذبہ کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔ اب بھی جب انسان اپنے

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں

المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0336-5554222 / 0301-7202114

animal self کی طرف واپس آتا ہے یعنی جب بہت زیادہ غصے میں ہوتا ہے تو الفاظ اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور کہا جاتا ہے وہ غرا رہا ہے۔ اسی طرح غم میں بھی الفاظ انسان کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ یعنی وہ اسی سٹیج پر پہنچ جاتا ہے جہاں ابھی الفاظ ایجاد نہیں ہوتے تھے اور وہ فزیکل ایکسپریشن (physical Expression) پر انحصار کرتا تھا۔

اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ آپ اگر کسی جگہ تعزیت کے لئے جاتے ہیں، پسماندگان بہت عجیب تاثرات دے رہے ہوتے ہیں۔ ان کی آواز muffled ہوتی ہے، لفظ ٹوٹے پھوٹے ہوتے ہیں اور الفاظ سے body movement زیادہ ہوتی ہے۔ اسی سے اس دکھ یا تکلیف کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ سو آوازیں اور body gesture کسی بھی ڈرامے کے بنیادی عناصر ہیں چاہیے سٹیج ہو جا، چاہیے ریڈیو اور ٹی وی ہو۔

جو لوگ اداکاری میں دلچسپی رکھتے ہیں انہوں نے یقیناً پڑھا اور محسوس کیا ہو گا کہ دنیا بھر کے بڑے بڑے اداکار کس طرح اپنی آنکھوں، ہاتھوں، چہرے کا تاثرات اور جسم کے مختلف حصوں سے جذبات کا اظہار یوں کیا کرتے تھے کہ بعض اوقات الفاظ کے استعمال کی ضرورت بھی باقی نہ رہتی تھی اور اظہار صرف gesture اور body movement سے ہی ہو جاتا تھا۔ ان اداکاروں میں کچھ نام قابل ذکر ہیں جیسے "الپاچینو"، رابرٹ ڈی ماریو، وغیرہ۔ اس سے پہلی نسل میں انتھونی کوئین، گریگری پیتھ، مارلن برانڈو، سپنسر ٹریسماوہ لوگ ہیں جو بہت expressive تھے اور اداکاری کرتے وقت body language کا بھرپور استعمال کرتے تھے۔

جب تک ڈرامے کی تاریخ سے واقفیت نہیں ہو گی تب تک ٹی وی ڈرامے کے سکرپٹ کو سمجھنا ذرا مشکل ہو گا۔

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں

المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0336-5554222 / 0301-7202114

ڈرامے کی تاریخ :

ڈرامہ چار چیزوں سے مل کر بنتا ہے الفاظ اور body gesture، دراصل یہ ایک ہی چیز کے دو حصے ہیں جسے ڈائیلاگ کہتے ہیں۔ لفظ "ڈایا" اصل میں Greek لفظ ہے جس کے معنی ہیں دو، جیسے monologue یا soliloquy ہے ایک آدمی جو خود اپنے آپ سے بولتا ہے اسے مونو کہا جاتا ہے اور جب دو یا دو سے زیادہ افراد interact کرتے ہیں تو اسے ڈائیلاگ کہا جاتا ہے۔ اردو میں اس کے لئے مکالمے کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

ڈرامے کے چار بنیادی عناصر میں تیسرا منظر ہے جسے پس منظر بھی کہہ سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر ایسا منظر شوٹ کیا جائے جس میں ایک شخص اعزازی طور پر کسی کلاس کو لیکچر دے رہا ہو تو اس کے لئے ہمیں وہی منظر چاہیے ہوگا جو موقعہ کے مطابق ہو یعنی کلاس روم، ڈائس یا روسٹرم، سٹوڈنٹس اور ٹیچرز تاکہ منظر create کیا جا سکے۔ دوسری اہم بات یہ کہ جس توجہ اور انہماک سے طالب علم سنتے ہیں ان کے سننے، دیکھنے کا انداز سب اصل ہوتا ہے اور جب ہم اس سین کو کسی بھی ڈرامے کے لئے عکس بند کریں گے تو ہمیں extras کی ضرورت ہوگی۔ ہم کوشش کریں گے کہ وہ ایک ہی age group کے ہوں اور جب وہ یہاں بیٹھے ہوں تو ان کے چہرے پر بھی ویسے ہی expressions ہوں جسے اصل طالب علموں کے ہوتے ہیں۔ کیونکہ ڈرامے کی بنیادی شرط ہی مناظر ہیں اور اگر یہ جاندار نہیں ہوں گے تو ڈائیلاگ بھی ناکام ہو سکتے ہیں۔ دوسری شرط "کردار" ہے۔ اس سین میں تین طرح کے کردار ہوں گے۔ Visiting Professor، اساتذہ کرام، اور سٹوڈنٹس۔ تیسری چیز ڈائیلاگ کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ چونکہ انسان اپنے جذبات کا اظہار ڈائیلاگ کے ذریعے کرتے ہیں، زبان کے ذریعے کرتے ہیں اور الفاظ کا سہارا لیتے ہیں۔ الفاظ کیا ہیں؟

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں
المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0336-5554222 / 0301-7202114

بنیادی طور پر یہ sounds ہیں۔انسان کا vocal box بہت سی آوازیں نکالنے پر قادر ہے۔آپ نے اکثر جانوروں کو دیکھا ہوگا جو monotone ہوتے ہیں یعنی ایک ہی آواز نکال سکتے ہیں۔صرف کتا، یا بلی ایسے جانور ہیں جو خوشی، یا تکلیف میں ذرا سی مختلف آواز نکالتے ہیں۔انسان واحد مخلوق ہے یا آپ طوطوں کو شامل کر سکتے ہیں کہ ان کے vocal box میں یہ capacity ہے کہ وہ آواز کو ایڈ جسٹ کر سکتا ہے اور انسان میں تو یہ خاصیت ہے کہ وہ آوازوں کا اپیار دھم بنا سکتا ہے یا اس طرح کی مختلف آوازوں کو combine کر سکتا ہے کہ وہ آوازیں communicative ہو جائیں اور زبان کا روپ دھار لیں۔جیسے ہی آوازیں کان کے ذریعے دماغ تک جاتی ہیں دماغ ان کو decode کرتا ہے اور پھر وہ ذہن میں معانی یا مفاہیم پیدا کر دیتا ہے۔اگر پاکستانی طالب علموں کے سامنے کوئی جاپانی، روسی کھڑا ہو کر اپنی زبان میں باتیں کرے گا تو وہ ان کے لئے با معنی نہیں ہوں گی کیونکہ جب وہ ان کے دماغ تک پہنچیں گی تو ان کا دماغ اس پوزیشن میں نہیں ہوگا کہ اس کو decode کر کے ان کے لئے با معنی بنا دے۔سو ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب sounds زبان میں ڈھلتی ہیں تو زبانوں کا اپنا texture، مزاج یا ہیئت سامنے آتی ہے۔یہاں یہ بات بھی اہم ہے کہ زبانیں sounds کی سطح پر تو انٹر نیشنل ہو سکتی ہیں لیکن language کی سطح پر یہ قوموں، علاقوں میں تقسیم ہو جاتی ہیں، سو ہمیں دوسری قوموں کی زبانیں communication کرنے کے لئے سیکھنی پڑتی ہیں۔

ایک لفظ جس سے اکثر لوگ واقف ہیں longuafranka ہے یہ لفظ اردو زبان کے لئے بولا جاتا ہے۔اس کا مطلب ہے رابطے کی زبان۔جب انگریز ہندوستان میں آئے تو انھوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازمین کو ان پڑھ، پایا، انہیں انتظامی امور (administration) میں بھی مسائل درپیش تھے، اس وقت برصغیر میں 300 کے قریب زبانیں بولی جارہی تھیں۔انگریز چاہتے تھے کہ کوئی ایسی

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں
المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0301-7202114 / 0336-5554222

زبان اختیار کی جائے جو آبادی کی اکثریت سمجھ سکے۔ ان کے علم میں آیا کہ ایک ایسی زبان ہے جو ابھی ارتقاء کے مراحل میں ہے لیکن اسے تمام برصغیر میں سمجھا جاتا ہے سو انہوں نے اردو کو بطور "رابطے کی زبان" اپنایا۔

یہ بات باعث حیرت ہے کہ اردو کی پہلی ڈکشنری اور اردو زبان کے قواعد و ضوابط ایک انگریز نے ترتیب دیئے۔ 1806ء میں ڈاکٹر جان گل کرسٹ Gil Cherist جو فورٹ ولیم کالج کے پرنسپل تھے، نے اردو میں قواعد و ضوابط شامل کیئے اور لغت ترتیب دی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اردو، انگریزوں کی سرپرستی میں ارتقائی مراحل سے گزری۔ اب یہ ہماری قومی و سرکاری زبان ہے ہم اس سے پیار کرتے ہیں۔ اردو ادب ہمارا بہت قابل قدر ورثہ ہے۔ مگر یہ بات بھی اپنی جگہ حقیقت ہے کہ انگریز ہندوستان میں اس کی تنظیم نہ کرتے تو یہ بھی ہندوستان میں بولی جانے والی زبانوں میں سے ایک ہوتی۔

اصناف کا ان لوگوں سے گہرا تعلق ہوتا ہے جو ان اصناف میں اظہار کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے کہ ہر آدمی اپنی مرضی کی چیز بنانا چاہتا ہے اور اسے اس بات سے غرض نہیں ہوتی کہ باقی چیزیں کسی اور کیوں بن رہی ہیں یا بن بھی رہی ہیں یا نہیں! جب انگریز یہاں آئے تو انہوں نے فورٹ ولیم کالج میں اردو کی تدریس کا ایک ادارہ بنایا اور جیسے جیسے اردو ترقی کرتی گئی انگریز نے اپنے ادب اور زبان کے اصناف کو اردو میں شامل کرنا شروع کر دیا۔ بالکل اسی طرح جیسے باغ جناح میں جانے پر وہاں موجود کرکٹ گراؤنڈ کا تعمیراتی ڈیزائن حیرت انگیز ہے۔ پچھلی صدی میں انگریز جہاں بھی گئے انہوں نے کرکٹ گراؤنڈ کی ایسی ہی عمارات بنائیں جیسے ویسٹ انڈیز، نیوزی لینڈ، آسٹریلیا، سری لنکا میں موجود عمارات یکساں طرز تعمیر کی حامل ہیں۔ اسی طرح اگر پرانے تھانوں کی عمارات دیکھیں تو ان میں بھی انگریزوں کا طرز

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں
المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0336-5554222 / 0301-7202114

تعمیر نمایاں رہا۔اسی طرح انگریزیوں نے زبان کو بھی ایک خاص طرح سے استعمال کیا۔

ان تفصیلات سے قطع نظر ہمارا موضوع یہ ہے کہ انگریزوں کا اردو کے ساتھ جو بھی interaction ہوا اس کا ڈرامے سے کیا تعلق ہے؟ دراصل انگریزی میں ڈرامے کی بہت مضبوط روایت برٹش یا انگریزی تھیٹر کی صورت میں پائی جاتی ہے۔ جب تک جدید آلات نہیں ایجاد ہوئے تھے، مائیکروفون recording equipment نہیں تھے۔ dramatic expressions صرف سٹیج پر ہوا کرتے تھے۔ایک پلیٹ فارم پر اداکار آتے اور مکالمے بولتے جس سے کہانی کا علم ہو تا کہ جولیس سیزر یا رومیو جولیٹ پیش کیا جا رہا ہے۔

ڈرامے کے بنیادی عناصر میں سے تین کا ذکر ہو چکا ہے یعنی منظر، کردار اور مکالمہ، چوتھی چیز events یا (incidents) واقعات ہیں۔واقعات کیا ہوتے ہیں؟ جب دو کردار اسٹیج پر آتے ہیں، آپس میں بولتے ہیں، تو وہ یا کسی واقعے کے ہونے کے بارے میں بات کر رہے ہوتے ہیں یا ہو چکنے یا ہو سکنے کے بارے میں بات کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ ہال میں بیٹھے ہیں، پردہ اٹھتا ہے آپ نہیں جانتے کہ وہ ڈرامہ کیسا ہے؟ یا کیا message پہنچائے گا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ تین چار دکانوں کے شٹرز دکھائی دے رہے ہیں اور ایک گلی سی ہے اس سے آپ سمجھ جائیں گے کہ یہ کسی بازار کا منظر ہے۔یا ایک کمرہ ہے جس میں دو تین صوفے یا کرسیاں پڑی ہوئی ہیں۔ سنٹر ٹیبل پڑی ہے،اس سے آپ جان جائیں گے کہ یہ کسی مڈل کلاس گھر کا ڈرائنگ روم دکھایا گیا ہے۔ سو پردہ ہٹتے ہی جو منظر آپ نے دیکھا اس نے indicate کیا کہ یہ کس جگہ کا منظر ہے اور یہاں کیا چیزیں possible ہو سکتی ہیں۔ ابھی سٹیج پر سیٹ ہے، پھر ایک کردار داخل ہوتا ہے اس کے حلیے، body language اور گفتگو سے اندازہ ہو جائے گا کہ وہ اس گھر کا نوکر ہے اور آتے ہی dusting کرنے لگا ہے۔اتنے میں ایک young

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں
المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0336-5554222 / 0301-7202114

کریکٹر اندر آتا ہے اور کہتا ہے "نوردین!" تم نے اب تک ناشتا نہیں بنایا؟" نوکر کہتا ہے۔"صاحب! تین دن سے چائے کی پتی ختم ہے، آپ لائیں گے نہیں! چائے کیسے بنے گی؟" ان دو جملوں سے اس گھر کے حالات کا اندازہ ہو گیا اور ساتھ ہی پتا چلا کہ ان میں سے ایک ملازم ہے اور ایک مالک۔اور ساتھ ہی ان کا overall status سیٹ ہو گیا۔اب اگر مالک کہتا ہے" آج لڑکی کے گھر والے آرہے ہیں ذرا دھیان سے، میں نے رشیدہ بی بی سے کہہ دیا ہے کہ وہ آج میری ماں بن جائے۔" اس سے اندازہ ہو اکہ وہ کسی فیملی سے جھوٹ بول رہا ہے اور کسی باہر کی عورت کو اپنی ماں کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ یہاں اب یقیناً کچھ واقعات پیش آئیں گے۔اسی طرح کہانی آگے چلتی رہتی ہے، کریکٹرز آتے جاتے رہتے ہیں کبھی جھوٹ بولا جاتا ہے، کبھی پکڑا جاتا ہے۔ سو اس طرح کہانی میں منظروں، مکالموں، اداکاروں کی مدد سے کوئی بھی feeling establish کی جاتی ہے۔

سو یہ وہ چار (ingredients) عناصر ہیں جو کلاسیکل ڈرامے کے اجزاء ہیں اور جب سے ڈرامہ شروع ہوا یونانی تھیٹر سے آج تک یہ چلتے آرہے ہیں۔ایک اور چیز جو ذہن میں رکھنی ضروری ہے وہ یہ کہ ڈرامے میں آواز کا بھی اپنا ایک کردار ہے۔روز مرہ زندگی میں اگر کوئی اونچی آواز میں بول رہا ہو تو اسے کہتے ہیں کہ "کیا!ڈائیلاگ بول رہے ہو!" سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟اصل میں فلم یا تھیٹر نے ایک landیا بلند آہنگ میں بولنے کا رواج پیدا کر دیا ہے۔ایک آدمی بہت بلند آواز میں بولتا ہے تو اسے overactingکا نام دیا جاتا ہے۔مثلاً" بعض اوقات فلمی اداکار پیار محبت کی بات بھی اسی انداز سے کرتے ہیں جیسے ایک دوسرے سے لڑنے لگے ہیں۔ اس ضمن میں سلطان راہی جیسا اداکار enterance کے ساتھ ہی اونچا بولنا شروع کر دیتا ہے کہ "اوئے چوہدریا!" جبکہ چوہدری اس کے سامنے ہی کھڑا ہوتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مائیکروفون یا ساؤنڈ سسٹم ایجاد نہیں ہوا تھا

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں

المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0301-7202114 / 0336-5554222

تو اداکار کو بھرے مجمع تک اپنی اصلی آواز کو پہنچانا ہوتا تھا۔ کیونکہ اسے سب سے communicate کرنے کے لئے اپنی آواز کی پچ کو unnatural حد تک بڑھانا پڑتا ہے۔ یہی وہ بنیادی وجہ تھی جس سے ڈرامے میں اونچا بولنے کا رواج پیدا ہوا۔ اگر کیمرے کو دیکھا جائے تو وہ کلوز پر جا کر آنکھ کی ہلکی سی جنبش کو بھی رجسٹر کرتا ہے۔ لیکن اگر ناظرین 70 / 80 فٹ کے فاصلے پر ہیں اور روشنی بھی اتنی زیادہ نہیں ہے تو دور بیٹھے ہوئے لوگ gestures کو سمجھ نہیں سکیں گے کیونکہ وہ ایک غیر فطری فاصلے سے دیکھ رہے ہوں گے۔ اداکاروں کی آنکھوں کی جنبش دور بیٹھے ہوئے لوگوں تک communicate نہیں ہو پائے گی۔ اس لئے اپنے تاثرات ناظرین تک پہنچانے کے لئے زیادہ act کرنا ہوگا اسی لئے پرانے وقتوں میں لوگ زیادہ overact کرتے تھے۔ یعنی وہ زیادہ سے زیادہ جسمانی اشارے استعمال کرتے تھے۔ اب بھی کچھ اناڑی ڈرامہ نگار ان تکنیکوں کو استعمال کرتے ہیں۔ اسی لئے اب بھی ٹی وی یا فلم میں لوگ ایسے اداکاری کرتے ہیں کہ نہ انہیں مائیک کا اندازہ ہوتا ہے نہ کیمرے کا۔ حالانکہ لاؤڈ سپیکر کے سامنے مائیک رکھا ہوتا ہے اور وہ بولتے اتنا اونچا ہیں جیسے مائیک کے بغیر ہی ناظرین سے بات کرنا چاہتے ہوں۔ اصل میں وہ ان چیزوں پر یقین نہیں کرتے اور پرانے طریقے پسند کرتے ہیں۔ اسی لئے پرانی تکنیکوں کو کلاسیکل ڈرامے کا عنصر سمجھتے ہیں۔ لیکن اب جوں جوں نئی نسل آرہی ہے انہیں نئی ٹیکنالوجی کے استعمال کا زیادہ شعور ہے کہ کس طرح بولنا ہے اور کسی طرح بات کرنا ہے!

اب script کے بارے میں یہ بات بے حد اہم ہے کہ اسے لکھتے ہوئے اس امر کو ضرور ذہن میں رکھا جائے کہ جن target audience کے بارے میں یا جن کے لئے لکھا جا رہا ہے وہ اس کو سن، پڑھ یا act ہوتے دیکھ کر سمجھ بھی جائیں گے یا نہیں۔

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں

المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0301-7202114 / 0336-5554222

لیکن الیکٹرانک میڈیا میں مسئلہ یہ ہے کہ جو کچھ مصنف لکھتا ہے وہ مصنف نہیں بلکہ کیمرہ بولتا ہے، کیمرے کا لہجہ بولتا ہے۔ وہ اس کو بیانیہ انداز میں لکھے تو یوں کہ "شام کا وقت ہے چڑیاں چہچہاتی ہوئی اپنے اپنے گھونسلوں کو لوٹ رہی ہیں، درختوں کی لمبی قطاروں کے سائے بہت سہانا سماں پیش کر رہے ہیں۔ " یہ اب کیمرہ کی مرضی ہے کہ وہ کیا دکھائے اور کیا نہ دکھاپائے۔ سو جب سکرپٹ لکھنے کا ارادہ کیا جائے تو پہلی بنیاد مصنف کی زبان یا thought carrier ہے جو اصل میں کیمرے کا lense ہونا چاہیے۔ کوئی دوسرا فرد حتی کہ اداکار بھی نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اداکار بھی اس کا objective ہے۔ اداکار کیا ہے؟ کون ہے؟ یہ باتیں کیمرہ بتاتا ہے۔ کسی اداکار کا بہت اچھا expression ضائع بھی ہو سکتا ہے۔ اگر کیمرہ کٹ کر کے دوسرے ایکٹر پر چلا جائے تو وہ expression کبھی رجسٹر نہیں ہو سکے گا۔ تو پتا چلا کہ کیمرے کی زبان ہی دراصل اصلی زبان ہے جو ٹی وی سکرپٹ کے لئے بہت اہم ہے۔ اس لئے اس کو علیحدہ نام دیا گیا ہے۔ سکرین پلے کی زبان میں scenrio writing کہاجاتا ہے۔

سکرین پلے کیا ہوتا ہے؟

اگر PTV کے مشہور ڈرامہ قاسمی کہانی کو یاد کیا جائے یا امر بیل کو یاد کیا جائے تو یہ بات دلچسپ ہے کہ آپا کی اس کہانی یعنی امر بیل کے 22 صفحے تھے۔ میں نے جب اسے as scenrio writer لکھنا شروع کیا تو آپا کی کہانی کے پہلے 9 صفحے کاٹ دیئے۔ جو مرکزی کردار کا پس منظر تھے۔ یہ وجہ نہیں تھی کہ وہ اچھے نہیں لکھے ہوئے تھے یا کوئی اور خرابی تھی۔ صرف یہ بات تھی کہ وہ سکرین پلے سے متعلق نہیں تھے۔ جو چیز ناول، ڈرامے یا افسانے میں Relevent ہو سکتی ہے ضروری نہیں کہ وہ سکرین پلے میں بھی Relevent ہو یا اتنی بھی relevent ہو۔ اصل میں ایک مصنف کو

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں
المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0301-7202114 / 0336-5554222

کہانی کو از سر نو بنانا، از سر نو منظم کرنا یا نئی شکل دینا ہوتا ہے۔ ایک کہانی نئی شکل میں لانے کے لئے اسے re-arrange کرتے ہیں۔ اگر آپ re-arrange نہیں کریں گے تو ہو سکتا ہے اس کہانی کی ڈرامائی تشکیل تو ہو جائے مگر وہ کلی طور پر ڈرامہ نہ بن سکے۔ اسکے لئے کہانی کے حامل، مین پوائنٹس، turning points، کریکٹرز اور مکالموں کو علیحدہ علیحدہ لکھ لیا جاتا ہے اور پھر اس کو کلی ڈرامہ بنانے کے لئے scenario writing کی زبان میں لکھ لیا جاتا ہے۔ میڈیا کی درسی کتابوں میں unity of time and space کے بارے میں مواد موجود ہے جو ڈرامے کی بنیاد ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس unity of time & space کا اس طرح مشاہدہ نہیں کیا جاتا جیسے کیا جانا چاہیے۔ مثلاً ایک کردار کہتا ہے کہ میں اسلام آباد جا رہا ہوں اس میں کچھ وقت لگتا ہے وہ گھر سے نکلے گا اور سواری لے گا پھر ایئرپورٹ جائے گا، ٹکٹ لے گا اور پھر جہاز میں سوار ہو کر منزل پر پہنچے گا۔ لیکن ٹی وی میں یہ پانچ سیکنڈ میں ہو جاتا ہے اسے کیمرے کی ٹیکنیک کو disolve کے ذریعے establish کیا جاتا ہے۔ یہ ماننے والی بات نہیں ہے کہ ٹی وی سکرین پر آپ یہ تسلیم کرتے ہیں۔ اس کا راز یہ ہے کہ ایک آدمی نے کہا کہ میں اسلام آباد جا رہا ہوں۔ پھر شارٹ کٹ کے ذریعے اگلے لمحے جہاز کو take off ________ اس رخ کرتے دکھایا پھر کراچی میں ______ اس رخ سے آتے دکھایا گیا۔ یہاں سے شارٹ کٹ کر کے اسلام آباد کی کسی اہم عمارت پر لے جایا گیا مثلاً قومی اسمبلی دکھا دی گئی۔ سو آپ کا ذہن جو پہلے ہی تیار تھا اب اس بات کو تسلیم کر رہا ہے۔ اسے Illusion create کرنا کہتے ہیں۔ پرانے وقتوں' میں اگر شیکسپیئر کے ڈراموں کی تاریخ پڑھیں، تو قلوپطرہ کو مصر جاتے دکھایا جاتا ہے تو پیچھے background لگا دیتے تھے اس میں بحری جہاز بادبان کے آگے قلوپطرہ کھڑی ہے اور کہہ رہی ہے کہ "میں سیزر سے ملنے جا رہی ہوں"

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں
المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0301-7202114 / 0336-5554222

اصل میں ہوتا یہ تھا کہ بیک گراؤنڈ کو paint کر دیا جاتا تھا۔ بعد میں جہاز والا پردہ ہٹا کر مصر کے ابوالہول والا پردہ لٹکا دیا جاتا جس سے یہ لگتا کہ وہ اس وقت مصر میں ہے۔ اس جگہ کی کوئی مشہور علامت بنا دیتے۔ اسی چیز کو ٹی وی نے modernize کر کے visual اور actual کی شکل میں ہمارے سامنے پیش کر دیا ہے۔ کیمرے پر تفصیلی بات اس لئے کی کیونکہ یہ بات ذہن میں رہے کہ ٹی وی کے لئے script لکھتے وقت کیمرے کی وسعت، اور امکانات کو explore کرنا ضروری ہوتا ہے۔ یہ اقدام مصنف جس قدر کرے گا اس کا ڈرامہ اتنا ہی گھمبیر، پر اثر بن جائے گا۔

کرداروں کے حوالے سے یہ دیکھا جاتا ہے کہ ٹائم کو مد نظر رکھ کر منظر عکس بند ہوتا ہے۔ مثلاً اگر چھ سو سال پہلے کا منظر دکھانا ہو تو بالکل ویسا ہی کلچر دکھانا پڑے گا۔ ویسے ہی استاد محترم ویسے ہی ہونہار شاگرد دکھانے پڑیں گے۔ پروانے قلم، چوکی سامنے سجائے استاد صاحب لکھ رہے ہوں گے تو کیمرہ خود بخود ناظرین کو چھ سو سال پیچھے لے جائے گا۔ سو مصنف کو وہی ماحول بنانا پڑے گا ویسی ہی منظر کشی کرنی پڑے گی۔ جیسی پہلے زندگی ہوتی تھی۔ یہ ensure کرنے کے لئے کہ ہم 600 سال پہلے کے زمانے میں ہیں۔ گو کہ ان کا بلواسطہ تعلق سکرپٹ سے نہیں ہے لیکن معلومات میں اضافے کے لئے یہ بات دلچسپ ہے کہ جو بھی ٹی وی کے لئے سکرپٹ رائٹنگ کرنا چاہتے ہوں تو ان کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک ایسی Actual Workshop کی جائے جہاں انہیں یہ سب کام عملی طور پر کر کے دکھایا جائے تاکہ ان کا ٹی وی سکرپٹ رائٹنگ کا تصور اچھی طرح کلیئر ہو جائے۔ جیسے یہ کہنا تو بہت آسان ہے کہ "صلاح الدین ایوبی اور صلیبی فوجیں آمنے سامنے کھڑی تھیں اور گھمسان کا رن پڑا تھا۔" مگر گھمسان کا رن ظاہر کرنے کے لئے دس پندرہ ہزار بندوں کی ضرورت ہوگی تبھی گھمسان کی جنگ ہوگی۔ وہ کہاں سے اور کیسے آئیں گے؟ جیسے ڈرامہ سیریل ٹیپو سلطان میں آج کل 15 گھوڑوں پر پورا

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں
المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0336-5554222 / 0301-7202114

ہندوستان فتح کر لیا جاتا ہے، اس سے ڈرامے کی credibility پر اثر پڑتا ہے۔

ایک پروڈیوسر ٹی وی اسٹیشن کے پاس گیا اور کہا کہ میں حیدر علی پر ڈرامہ بنانا چاہتا ہوں۔ اس لئے مجھے فلم انڈسٹری سے 8 گھوڑے لے دیئے جائیں۔ .G.M نے کہا کہ آپ نے جنگ ہوتے دکھانی یا گھڑ دوڑ کروانی ہے؟" بات در حقیقت جث کی ہے اس میں دو طرح کی چالاکی ہو سکتی ہے، ایک تو یہ کہ outdoor کا سین eleminate کر دیں۔ as script writer اور اگر ڈائریکٹر ہیں تو وہی کریں جو قاسم جلالی نے کیا۔ اس سے قبل انہوں شاہین میں بھی یہی کیا اور اب بھی۔ یعنی گھوڑوں کے close short لے لئے جاتے ہیں، ایک گھوڑے کا منہ، اور پھر اچانک گھوڑے اچھلتے ہوئے آتے دکھائے دیتے ہیں۔ ان کے ہنہنانے سے لگتا ہے کہ لشکر آرہا ہے نہ پیچھے سے لیا جاتا ہے نہ ہی ناظرین نوٹ کرتے ہیں کہ اس کے پاس اتنے تھوڑے گھوڑے ہیں۔ کلوز اپ کے ذریعے آپ Illusion پیدا کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر شارٹ کو repeat کریں گے تو آپ چاہے ٹیکنیکل language نہ سمجھتے ہوں لیکن یہ جان جائیں گے کہ آپ کے ساتھ فاؤل ہوا ہے اور اس سین میں کچھ گڑبڑ ہے۔ یہ چیز presenter اور viewer کے رشتے کو خراب کر سکتی ہے۔ اسی کے ذریعے viewer کی esthatic sense بڑھتی ہے۔ میڈیم کی sense بڑھی ہے سو اس کی خاطر پروڈیوسر کو زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے۔ نئے پرفارمر کو 3 3 مرتبہ سمجھانا پڑتا ہے۔ بالکل ویسے جیسے کسی نئے نوکر یا ملازم کو بار بار سمجھانا پڑتا ہے لیکن بڑے بھائی، والد یا کسی اور سمجھ دار اور قابل اعتبار انسان کو یہ سب سمجھانا نہیں پڑتا صرف بتانا پڑتا ہے۔ جس چیز کے ذریعے آپ ان میں فرق کر سکتے ہیں وہ ہے انکا Reception, Perception کا لیول انڈرسٹینڈنگ Understanding کا لیول، کردار میں انڈرسٹینڈنگ کا لیول بھی فرق ہوتا ہے۔ مثلاً انگلش فلمز میں Suggestive gestures

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں
المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0336-5554222 / 0301-7202114

اور suggestive language زیادہ ہوتی ہے جبکہ ہماری فلموں میں over explaination ہوتی ہے کیونکہ ہماری audience کا 90% حصہ اتنا باشعور نہیں کہ اس سے symbolic بات کی جا سکے۔ اسی لئے مجبوراً لکھنے والے کو بات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا پڑتا ہے۔ بہتر تحریر وہ ہوتی ہے جو اپنے ماحول کے مطابق ہو۔ یورپ اور امریکہ کی ترقی اپنی جگہ، ہمیں اپنے معاشرے کے لئے وہی چیزیں لینی ہونگی جو ہمارے معاشرے کے understanding لیول کی ہوں گی۔ ہم باہر کے کلچر کو یہاں promote کرنے لگے ہیں یہ ایسے ہی ہے جیسے پانی پر تیل پھینک دیں نہ تیل پانی میں mix ہوگا نہ پانی تیل میں۔ اسی طرح یہاں جو پاپ کلچر ہے وہ پانی کے اوپر پھیلے تیل کی طرح ہے لیکن جب فوک کی بات کی جاتی ہے تو سب چیزیں آپس میں مل جاتی ہیں۔ مثلاً ابرار الحق تمام Pop instruments استعمال کرتا ہے لیکن جب " مجاجنی" یا "آجا بہ جا سائیکل تے" کہتا ہے تو آپ فوراً متوجہ ہو جاتے ہیں۔ وہ اس میں بولیاں، ماہیے شامل کرتا ہے اور 95% لوگوں کی توجہ حاصل کر لیتا ہے۔ 5% لوگ کہیں گے کہ یہ بات sofisticated نہیں ہے۔ سو اسی طرح تحریر بھی وہ اچھی ہوتی ہے جو مطابقت رکھتی ہو۔ اس کے مقابلے میں "جنون" گروپ میوزک یا غزل کا حشر کر کے شائد کوئی عوامی خدمت نہیں کر رہا ہے کیونکہ 1/2 فی صد لوگ تو ان کے میوزک سے انجوائے کر سکتے ہیں لیکن باقی نہیں۔ ہم اپنے اس 90% عوام کے سامنے جواب دہ ہیں۔ میں بھی بطور writer اور بطور ممبر آف سوسائٹی جوابدہ ہوں۔ ہمارے پوسٹ گریجوایٹ طالب علم لوگ ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جو خوش قسمتی سے University میں پڑھ رہے ہیں۔ یہ چیز ان کی عمر کے کئی لوگوں کے نصیب میں نہیں ہے۔ اس سے ان کی محنت، لگن بھی شامل ہو گی لیکن مواقع اور ترقی کے مواقع بھی ان ہی کو ملے ہیں۔ ان کی عمر کے لوگ دروازے رنگ کرتے ہیں، مکینک ہیں، کنڈیکٹری کر رہے ہیں اور جوتوں کی

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں
المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0336-5554222 / 0301-7202114

مرمت کررہے ہیں۔ سوبطور member of the society طالب علموں کا فرض ہے کہ وہ جو اعلیٰ تعلیم حاصل کررہے ہیں وہ دوسروں تک بامعنی انداز میں پہنچائیں نہ کہ انہیں اس کلچر سے متعارف کروانے لگیں جو ان کا ہے بھی نہیں۔

یہ یقینی طور پر ایک بددیانتی (dishonesty) ہے ہم اپنے معاشرے کے لئے وہ کام نہیں کررہے جو ہمیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ اس مضمون کے پڑھنے والوں میں جو لوگ رائٹر بننا چاہیں یا سکرپٹ رائٹنگ کریں تو ان کو یہ بات کبھی نہیں بھولنی چاہیے کہ انہیں اپنی سوسائٹی سے سیکھنا ہے۔ اس کے مسئلے دیکھنے ہیں، غور کرنا ہے اور ایک بات یہ کہ سارا علم کتابوں سے نہیں ملتا کچھ folk wisdom سے ملتا ہے، آپ سوچیئے اہرام مصر کس آرکیٹیکٹ نے بنائے تھے؟ کون سے ڈیزائن follow کیئے گئے تھے؟ یہ سب folk wisdom تھا۔

جیومٹری اور maths کے قواعد سے آپ عمارات بناتے ہیں۔ اس رو سے یہ اہرام تو کبھی بن ہی نہ پاتے۔ یہ بات حیران کن ہے کہ چار سو اسی فٹ بلند سٹرکچر جس میں اوسطاً پتھر 30 ٹن کا ہے۔ 400 میل کے فاصلہ تک یہ پتھر پایا ہی نہیں جاتا ہے۔ 6 ہزار سال پہلے 30 ٹن وزنی پتھر کو 400 میل کے فاصلے سے یہاں کیسے لایا گیا؟ کس طرح 480 فٹ بلندی پر پہنچایا گیا؟ نہ ان کے پاس کرین تھی نہ مشینری، صرف انسانی طاقت کے بل بوتے پر عجائب کھڑے کر دیئے گئے۔ اور حیرانگی کی بات یہ ہے کہ ماڈرن سمینٹ بھی ان عمارات میں لگے مصالحے کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے۔ یہ مصالحہ انسانی ناخن کی موٹائی سے بھی پتلا ہے اور 6 ہزار سال سے ایک پتھر بھی وہاں سے نہیں ہلا۔ بات ساری wisdom کی ہے۔ جو wisdom ہمارے بزرگوں کے پاس ہے، یہ عمر اور تجربے سے ہی آتی ہے۔ ہمیں اپنے بزرگوں سے اس کو حاصل کرنا ہوگا۔ ان کے دکھ درد، رہن سہن، اٹھنے بیٹھنے کے انداز سے حاصل کرنا

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں

المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0336-5554222 / 0301-7202114

ہوگا۔اسی کے ذریعے ایک writer کی تکمیل ہوتی ہے۔آج کل لوگ گھر بیٹھے خشک سالی کی وجوہات جان رہے ہیں بغیر وہاں کا دورہ کیئے، ان کے مسائل و سائل کو جانے سمجھے بغیر، بلند و بانگ دعوے کر رہے ہیں کہ ہمیں اپنے بلوچ بھائیوں کی مدد کرنی چاہیے، کام آنا چاہیے۔کتنے لوگ ہیں جو sincerely اس پر لکھیں گے۔صرف Theoretical باتیں ہوں گی۔لیکن یاد رکھیں غریبوں کے محلے میں رہنا اور بات ہے اور محلے سے گزرنا اور بات ہے۔ہم رومال رکھ کر گزرتے ہیں کہ بدبو ہے، گندگی ہے، بچہ کوڑے سے اٹھا کر کھا رہا ہے، پانچ منٹ بعد آپ اس سارے ماحول کو بھول جائیں گے لیکن جو وہاں 24 گھنٹے رہ رہا ہے، وہاں رہنے کا تجربہ تو اسے ہے۔آپ اگر تجربہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو مشاہدے اور تجربے کی سطح سے گزرنا ہوگا تب ہی آپ کی تحریر میں مضبوطی، punch اور خوبصورتی آئے گی جو ہونی چاہیے تاکہ آپ معاشرے کو صحیح طرح depict کرسکیں۔جب اللہ تعالی یہ صلاحیت دے کہ آپ اظہار کرسکیں تو آپ کو یقیناً ایک اچھے کاریگر کی طرح اپنے تمام tools کا علم ہونا چاہیے کہ کون سا ٹول کس وقت، کیسے استعمال کرنا ہے۔

فونٹ نے ایک آٹو موبائیل فیکٹری لگائی جس کا انجینئر ایک Spanish تھا۔ 1918/20 کے قریب فیکٹری میں کوئی نقص آگیا۔فونٹ کو خرابی کے بارے میں بتایا گیا جو ٹھیک نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے پوچھا کہ انجینئر کون ہے؟ انہوں نے کسی پرانے Spanish کا بتایا۔فونٹ کے بلانے پر چھوٹی سی ڈانگری پہنے، انجینئر آیا اور دو تین جگہ ہتھوڑی مار کر دو تین تاریں جوڑیں تو پلانٹ چل پڑا۔اس نے بل ادا کرنے کا کہا جو 10 ہزار ڈالر تھا۔فونٹ نے کہا کہ دو ہتھوڑیاں مارنے کے زیادہ سے زیادہ 500 ڈالر بنتے ہیں۔اس پر انجینئر نے جواب دیا کہ "بے شک میں نے دو تین ہتھوڑیاں ہی ماری ہیں اور اس کے میں 500 ڈالر لے رہا ہوں لیکن میرا یہ علم کہ ہتھوڑی کہاں کہاں مارنی ہے اس کے ساڑھے نو ہزار

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں
المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0336-5554222 / 0301-7202114

ڈالر لے رہا ہوں۔ تمہارے ملازم دس دن سے لگے ہوئے تھے اور سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ کہاں سے ٹھیک ہو گی یا کہاں سے پیچ کھلیں گے ؟

یوں فنکار دراصل عقل مند آدمی ہوتا ہے اور وہ اپنے ٹولز کا استعمال جانتا ہے۔ اسی لئے ہر اچھے رائٹر کی ایک credibility بن جاتی ہے کچھ نام پڑھ کر ہی ناظرین کہتے ہیں کہ یہ play اچھا ہوگا جو خواتین لائٹ پروگرام دیکھنا چاہتی ہیں وہ حبیا کی جائے حسینہ معین کے ڈرامے دیکھیں گی جو ذرا سا complex دیکھنا چاہتے ہیں وہ حبیا کا ڈرامہ دیکھیں گے۔ گہرائی کے خواہاں لوگ نورالہدیٰ شاہ کا ڈرامہ دیکھیں گے کیونکہ وہ ایسے مسائل کو Touch کرتی ہیں جو زیادہ ہمہ گیر ہیں۔ خواتین رائٹرز کے نام یہاں اس لئے دیئے گئے کہ قارئین کو آسانی رہے گی۔ ان تمام پر وہ مثال صادق آتی ہے کہ دراصل یہ وہ کاریگر ہیں جن کو پتا ہے کہ ہتھوڑی کہاں مارنی ہے ؟ ورنہ تو روز ڈرامے لگتے ہیں، بے شمار ایکٹر ہیں اور لاتعداد کریکٹر ہیں۔ وہی موقع محل ہیں۔ کچھ آپ کو touch کرتے ہیں ان کے مکالمے appeal کرتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان میں گہرائی ہوتی ہے، زندگی کا تجربہ اور شعور ہوتا ہے جو کہ بنیادی طور پر ایمانداری سے لکھنے سے آتا ہے۔ خلوص سے اور compact ہوتا ہے جن کی وجہ سے ان تحریروں میں اثر ہوتا ہے۔

آخری بات یہ کہ on job training میں بات دراصل یہ ہوتی ہے کہ آپ نے جو بھی لکھا وہ کیمرے کے لینز سے کیسا لگتا ہے ؟ یہ جاننے کے لئے آپ کو تین چار باتوں کا علم ہونا چاہیے۔ یہ تین چار باتیں وہی ہیں جو روز اول سے چلتی آرہی ہیں اور ڈرامے سے جڑی ہوئی ہیں۔ جن کا میں نے اپنی گفتگو میں ذکر کیا ہے۔

ہمارے لئے ڈرامہ کا عملی پہلو سمجھنا ضروری ہے۔ یقیناً ڈرامے کے معیار کا گراف نیچے جا رہا

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں

المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0336-5554222 / 0301-7202114

ہے لیکن اس کی کچھ وجوہات ہیں اور یہ بہت طویل کہانی ہے۔اس کا براہ راست تعلق ہمارے معاشرے کی سیاسی ترقی ،اخلاقی بحران ،اقدار کی کمی ،دولت روپے پیسے کا انسانی اقدار سے اہم ہو جانا، قوت برداشت میں کمی، تنگ نظری۔ان سب عناصر سے ہے جو مل کر ایسی صورت حال پیدا کر رہے ہیں کہ ایسے ڈرامے دیکھنے کو مل رہے ہیں جو دل ودماغ کو touch نہیں کرتے اور appeal نہیں کرتے۔

تکنیکی طور پر technically ہمارا ڈرامہ اب بھی بہت بہتر ہے۔اس میں کوئی کمی نہیں ہے۔بس اتنا ہے کہ Producer to Producer اس میں فرق آتا ہے۔بالکل اسی طرح جیسے رائٹرز کی بات بتائی گئی۔ مثال کے طور پر فوک موسیقی میں طفیل نیازی سے لے کر پٹھانے خان تک، عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی سے اللہ دتہ لونے والے تک، سینکڑوں گانے والے آئے لیکن سائرہ کاظمی نے اس کو کچھ اور طرح دیکھا اور perceive کیا۔انہوں نے شکی کو جو پاپ سنگر تھے اور الن فقیر کو جو فوک سنگر تھے، ملا کر ایک گانا تیار کیا اور وہ گانا بھی اصل میں لوکل تھا اور چرواہوں کا گیت تھا جسے "ھما ھما" کے حوالے سے جانا جاتا ہے یہ گانا ان آوازوں پر مبنی ہے جو بکریوں کو بلانے کے لئے دی جاتی ہیں۔سائرہ نے اس کو لے کر ایک اچھے composer سے اس کی کمپوزیشن بنوائی گو کہ دھن اور بول اصل ہی تھی اور دو نمائندہ گلوکاروں سے اسے پرفارم کروایا۔سو ایک creative پروڈیوسر نے اسے attractive بنادیا جبکہ ایک ایسا پروڈیوسر جو صرف نوکری ہی کر رہا ہو اسے اگر کہا جائے کہ آج شام پروگرام ریکارڈ کرنا ہے تو وہ کسی بھی آرٹسٹ کو بلا کر دو تین گانے ریکارڈ کر کے کام ختم کر دے گا۔یہ صرف پروڈیوسر پر depend کرتا ہے کہ وہ اپنے میڈیم کا کتنا (تخلیقی استعمال) creative usage کرتا ہے۔شہزاد خلیل مرحوم، یاور حیات، نثار حسین، محسن علی، کنور آفتاب، شعیب، ایوب خاور ،اقبال انصاری یہ سب creative لوگ ہیں۔ان کا کام دیکھنے پر quality کا فرق

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں
المعید پبلشرز ،رابطہ نمبر، 0336-5554222 / 0301-7202114

صاف نظر آئے گا۔ دراصل بھرتی کرتے وقت MNA اور وزیر کے کوٹے سے بھرتی کرنے سے یہی کچھ ہوگا۔ کیونکہ منتخب ہونے والے کی صلاحیت تو دیکھی ہی نہیں، یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ اس کا aptitude بھی ہے کہ نہیں اور وہ اس کام کے لئے موزوں بھی ہے کہ نہیں۔

اگر ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مار کر وہ تھوڑا بہت کام سیکھ بھی لیتا ہے تو چونکہ بنیادی طور پر وہ اس کام کے لئے موزوں ہی نہیں اسی لئے اس کے کام میں quality نظر نہیں آتی۔ لیکن اس بات سے گھبرانا نہیں چاہیے کیونکہ اچھے برے، معیاری غیر معیاری کام کرنے والے ہر جگہ ہوتے ہیں۔ جو اچھا کام کرنے کے خواہش مند ہیں وہ بہت superior کام کر رہے ہیں۔ انڈیا جس کے پاس وسائل بہت زیادہ ہیں وہ گلیمرس خواتین لڑکیاں دکھا سکتا ہے۔ ایسے ڈائیلاگ استعمال کر سکتا ہے جو لوگوں کو سستے پن کی وجہ سے appeal بھی کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود انڈیا میں پاکستان ڈرامے پسند کئے جاتے ہیں۔ بہت سے انڈینز سے انڈیا اور انڈیا سے باہر ملنے پر مجھے ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ملا جو غیر مشروط طور پر پاکستانی ڈراموں کی تعریف نہ کرتا ہو۔ 1991ء میں لندن میں دلیپ کمار سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ پاکستانی ڈرامہ کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ اسے اپنی پوری فیملی کے ساتھ بغیر کسی جھجک کے دیکھا جا سکتا ہے۔ جبکہ ہمارا کوئی ڈرامہ ایسا نہیں جو آپ اپنی بیٹی یا والدین کے ساتھ بیٹھ کر دیکھ سکیں۔ سو یہ بات اہم ہے کہ بہت سی خرابیوں اور خامیوں کے باوجود اس ڈرامے کا ثقافتی، اور اخلاقی معیار ایسا ہے کہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی جو فیملی میڈیم کے لئے نہ ہو۔ جس طرح ایک فیملی ممبر سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جو خاندان کے لئے تکلیف اور شرمندگی کا باعث بنے، بالکل اسی طرح ناظرین ٹی وی سے یہ توقع کرتے ہیں اور یہی ٹی وی کی سب سے اہم خوبی ہے۔ لیکن بہت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ پچھلے کچھ برسوں سے زی اور دوسرے چینلز کی

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں
المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0336-5554222 / 0301-7202114

اندھا دھند تقلید کے باعث پی ٹی وی ڈرامہ بدل رہا ہے۔ لیکن پھر بھی ٹیکنیکل معیار اگر بہت اچھا نہیں تو ایوریج یا تسلی بخش ضرور ہے۔

ڈرامے کے لئے مرکزی خیال کے چناؤ میں دو چیزیں مدد کرتی ہیں۔ ا۔ اپنے معاشرے سے commitment اور understanding، اس کے ہوتے ہوئے جو چیز آپ کے اندر سے پیدا ہوگی وہ معاشرے کو مکمل طور پر depict بھی کرے گی اور معاشرے کو تبدیل بھی کرے گی۔ اس سلسلے میں اشفاق صاحب کہتے ہیں کہ 1966ء میں وہ چائنا گئے تو ماؤزے تنگ سے بھی ملاقات ہوئی۔ ماؤ ویسے ہی صدی کا سب سے بڑا آدمی ہے اور اس زمانے میں اپنے عروج پر تھا۔ اشفاق صاحب نے مترجم سے کہا کہ ماؤ سے مجھے نصیحت کرنے کے بارے میں کہو۔ ماؤ نے یہ نصیحت کی "Go to your people"۔ اشفاق صاحب کے بتانے پر کہ ہمارے لوگ بالکل ان پڑھ، جاہل ہیں اور انہیں کچھ manners نہیں ہیں نیز ابھی اہم civilised society میں پوری طرح داخل نہیں ہوئے۔ ان کے پاس جا کر کیا ملے گا؟ ماؤ نے جواباً کہا:

"Tell him", go to your people and learn from them and don't tease them".

یوں در حقیقت سارا folk wisdom چھپا ہے۔ اس میں ہے کہ اپنے معاشرے کی طرف دیکھنے سے تھیم خود بخود evolve ہو جاتی ہے۔ کئی لوگ اور بڑے جاگیر دار تک یہ پوچھتے ہیں کہ اگر میں نے ایک رات بھی کسی گاؤں میں نہیں گزاری تو پھر "وارث" کیسے لکھ دیا؟ کہ ایک ایک تفصیل یوں موجود ہے کہ ہم آپ کا گاؤں میں نہ رہنا مان نہیں سکتے۔ میں خود بھی حیران تھا کہ یہ سب کیسے ہو گیا؟ در حقیقت لوگ ہی اصل منصف ہوتے ہیں۔ وارث کی اتنی پذیرائی کے بعد میں بھی یہ

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں
المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0336-5554222 / 0301-7202114

سوچنے پر مجبور ہو گیا۔ شاید ایسا ہے کہ آپ کی عمر میں میں سوشلزم کا حامی تھا۔ کیونکہ اس وقت اس کا زور بہت تھا۔ اب بھی میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسلام کے بعد دنیا کے انسانوں کے بنائے ہوئے جتنے فلسفے سامنے آئے ہیں، ان میں چند خرابیوں کو چھوڑ کر سوشلزم انسانی دکھوں کا بہترین علاج ہے۔ اس سے زیادہ انسانوں سے قریب کوئی نظام نہیں۔ سوشلسٹ نے اس کا حشر کیا کیا یہ الگ بات ہے کیونکہ حشر تو اسلام کا ہم نے بھی بہت خراب کیا۔ لیکن جس طرح مسلمانوں کی خرابیاں اسلام کی خرابیاں نہیں ہیں، اسی طرح کمیونزم کی خرابیاں اصل میں کمیونسٹوں کی خرابیاں ہیں۔ سو وہ میری عمر کا ایسا حصہ تھا جب میں دنیا میں ہونے والی ان تحریکوں خصوصاً fudel Lords کے خلاف چلنے والی Anti Fudel تحریک سے بہت متاثر تھا۔ میرے نزدیک جب تک معاشرہ اس سے نجات حاصل نہیں کر لیتا کوئی بھی qualitative lead یا سماجی تبدیلی نہیں آ سکے گی۔ عام آدمی تک زندگی کی آسائش نہیں پہنچ رہی۔ کیوں نہیں پہنچ رہیں؟ اس سوال میں بھی اس کا جواب ہے۔ کیونکہ میں یہ realize کر رہا ہوں کہ انسان کو اسکا حق نہیں مل رہا اور اس حق پر فیوڈل کلاس قابض ہے۔ انہوں نے ہمارے ان حقوق پر قبضہ کر لیا ہے اور ہم خاموش ہیں۔ میرے نزدیک ہر سوچنے والے کو ان پر hit کرنا چاہیے کیونکہ ہمارا مذہب، عقل، common sense اور باہر کی دنیا کے تجربات یہی سکھاتے ہیں۔ کسی نے فرانس میں لینن سے پوچھا کہ آپ French Revolution کو انقلاب مانتے ہیں؟ انہوں نے کہا "Yes" سوال کرنے والے نے سختی سے کہا وہ تو تاجروں کی ایک کلاس کا reaction ہے اور آپ اسے revolution کہہ رہے ہیں۔ لینن نے کہا "یاد رکھو! اگر 1789ء میں ضرب revolution نہ آتا تو پھر بعد میں 1917ء میں تمہارا انقلاب بھی کبھی نہ آتا!" ہمارے مذہب میں آگے بڑھنے، مسخر کرنے کا حکم دیا گیا۔ تاریخ جیسے جیسے بڑھتی ہے اس میں جو ابتدائی کام ہوتے ہیں۔ اگر

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں
المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0336-5554222 / 0301-7202114

وہ نہ ہوں تو قومیں زوال پذیر ہو جائیں، ان کی ترقی رک جائے۔ ہمارے بزرگ اس رستے پر سفر شروع نہ کرتے تو آج ہم اس منزل پر نہ ہوتے۔ اسی نے مجھے سمجھایا کہ مجھے ان کے خلاف لکھنا ہے۔ میری اپنی کلاس میں جاگیرداروں، زمینداروں کے لڑکے تھے جو بعد میں وزیر بھی بنے۔ اس لئے بھی مجھے بہت معلومات ملتی رہیں۔ میرا exposure اور بڑھا جب میں 5th year میں لٹریری سوسائٹی کا چیئرمین بنا اور پھر اگلے ہی سال "محور" کا چیف ایڈیٹر بنا دیا گیا، سو میرا interaction اپنے شعبہ سے ہٹ کر پوری یونیورسٹی سے ہو گیا۔ اس دوران مختلف طرح کے لڑکے ملتے رہے، جن میں جاگیرداروں کے لڑکے بھی تھے تو ان سے مل کر، باتیں کر کے، دیکھ کر ان کی عادات کا علم ہوا۔ پھر ہوسٹلز میں ایسے لڑکے دیکھے جو complex کا شکار تھے۔ جن کا کسان باپ ان سے ملنے آتا تو وہ اس کو اپنے باپ کا مُزارعہ کہہ کا متعارف کرواتے۔

میں نے سوچا یہ ہے شرف انسانی کا معیار ہم نے روپے پیسے کو شرف انسانی بنا دیا ہے۔ شیخ سعدی کا مشہور واقعہ ہے کہ ان کے کسی مرید نے انہیں خط لکھا کہ اس شہر سے گزرنے پر میرے یہاں ضرور قیام کریں۔ شیخ سفر کی تھکن لئے انتہائی بری حالت میں مرید کے شہر پہنچے اور لوگوں سے اس کی بابت دریافت کرنے پر لوگوں نے انہیں فقیر سمجھا اور بھگا دیا۔ شیخ چلتے چلاتے ایک سرائے میں پہنچے۔ امیر شخص کو دو دن بعد علم ہونے پر وہ ان کی خدمت میں معذرت خواہ ہوا۔ ان کے نہانے کا انتظام اور لباس کا بندوبست کیا اور دعوت پر بلایا۔ شیخ وہاں پہنچے اور سالن کی رکابی سے سالن کپڑوں پر ڈالنے لگے۔ لوگ اور میزبان حیران رہ گئے۔ اس پر شیخ نے کہا" آپ نے تو دراصل مجھے نہیں میرے لباس کو دعوت دی ہے۔ کیونکہ لباس کے اندر تو میں وہی برسوں والا بوڑھا شخص ہوں جو دیکھنے میں فقیر لگتا تھا۔" سو یہ انسان کی عزت کا concept ہے۔ اسی طرح ایک چھوٹے سے گاؤں کا لڑکا دبئی چلا گیا اور وہاں

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں

المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0336-5554222 / 0301-7202114

سے رقم بھیج کر اس نے گھر پکا کروایا۔ مالی حالت بہتر ہوئی اور جب واپس آیا تو اپنے باپ سے کہا چوہدری کی بیٹی سے میرا رشتہ کر دو۔ باپ نے کہا کہ وہ چوہدری جدی پشتی امیر تھے اور وہ کل امیر ہیں۔ لیکن لڑکے نے کہا کہ نہیں آپ چوہدری سے ضروربات کریں سو باپ نے کلف والے کپڑے پہنے، پگڑی پہنی، اور چوہدری کے پاس جا پہنچا۔ چوہدری نے آنے کا مقصد پوچھا تو اس نے بتایا کہ اپنے بیٹے کے لئے اس کی بیٹی کا رشتہ چاہتا ہے۔ چوہدری صاحب نے آدمی بلوا کر اس کی خوب مرمت کروائی حتی کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ ہوش میں آکر اس نے چوہدری سے پوچھا "چوہدری صاحب اس کا مطلب ہے میں آپ کی طرف سے انکار سمجھوں"۔

کسی نے مجھ سے پوچھا کہ میں جاگیرداروں کے خلاف کیوں ہوں؟ میں نے کہا کہ individual کے خلاف نہیں ہوں۔ میں کلاس کے خلاف ہوں۔ ہو سکتا ہے ایک فیوڈل لارڈ ایک اچھا انسان ہو لیکن بطور کلاس یہ معاشرے کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ کیونکہ انسان کی فطرت میں کچھ چیزیں ودیعت ہوتی ہیں، کچھ environment سے ملتی ہیں، کوئی بھی انسان فطری طور پر کسی آسانی کو چھوڑنا نہیں چاہتا ہے۔ اگر کوئی فائدہ مل رہا ہے تو اس کو miss نہیں کرنا چاہتا ہے۔ چہ جائیکہ آپ out standing انسان ہوں۔ اسی طرح جاگیردار طبقہ ہے۔ اس کے ہاتھوں میں ملک کا اقتدار آیا ہوا ہے اور یہ اس کو نہیں چھوڑنا چاہتے۔ یہ تمام فوائد اور آسانیوں پر قابض رہنا چاہتے ہیں۔ شیکسپیئر کے زمانے کے قریب سٹیورٹ کنگ کا matto "devine right of the kings" یعنی ہمارا حکومت کرنا خدائی فیصلہ ہے اور یہ اوپر سے آیا ہے اور ہم لوگ پیدا ہی حکومت کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ اللہ کہتا ہے انسان برابر پیدا کیے گئے ہیں اور بادشاہ خود کو مطلق العنان سمجھ رہا ہے۔ بالکل یہی ذہنیت جاگیرداروں کی ہے۔ ایک مزارعہ اگر فیوڈل سے یہ کہتا ہے کہ

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں
المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0336-5554222 / 0301-7202114

میری بچی کی شادی ہے اور ہم آپ کے جدی پشتی نمک خوار ہیں اس لئے کچھ بخشش کر دیں تو وہ خوش ہو کر منشی سے کہے گا اس کو دانہ دے دو یا کھانے کا انتظام کر دو۔ لیکن اگر وہی مزارعہ یہ کہے کہ میں نے 25 سال 6 ماہ 12 دن آپ کے کھیتوں میں کام کیا ہے (انٹر نیشنل ڈیلی ویجز لاء کے مطابق) اور اب تک آپ سے اتنا وصول کیا ہے اور اتنے ہزار آپ کی طرف رہتا ہے۔ میری بچی کی شادی ہے اس لئے دے دیجئے۔ تو وہ اس مزارعے کو مارے پیٹے گا بھی۔ اور اس کی بچی بھی اٹھوالے گا۔ کیونکہ ان کے نظام میں بخشش کرنا تو ہے لیکن حق دینا نہیں ہے۔ حق کا خانہ خالی ہی رہتا ہے۔ ان کو سکھایا بھی یہ جاتا ہے کہ تم بخشش ہار ہو، پالن ہار ہو، مائی باپ ہو، داتا ہو، ان کو دو! جب تمہارا دل چاہیے! اگر نہ چاہے تو ان مزارعوں کا نوالہ بھی چھین لو!

اس طرح کے واقعات دیکھ کر میرے ذہن میں خیال آیا کہ مجھے اس موضوع پر لکھنا چاہیے۔ یہ لوگ خاص وجہ سے ہمارے نظام پر قابض ہو کر 75% مزارعوں کی زندگیوں کا مالک بن گئے ہیں جبکہ نہ مذہب، نہ شریعت، نہ ہی ملک کا قانون اس چیز کی اجازت دیتا ہے۔ اس طرح کے موضوعات کا انتخاب اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ لوگوں کو awareness ہو، وہ realize کریں اور شعور بیدار ہو۔

شعبہ ابلاغیات میں کورسز ایوارڈ ہونے چاہیں جو بنیادی تکنیکی مہارت سے belong کرتے ہیں۔ پھر ان کو چھوٹے چھوٹے کورسز بنا کر متعارف کروائیں تاکہ Basic Know how مل سکے پھر جو لوگ زیادہ دلچسپی رکھتے ہوں اور آگے جانا چاہتے ہوں وہ further advanced کورسز میں داخلہ لے لیں۔ لیکن یہ کورسز صرف اس وقت ہوں جب ایک چھوٹا سا کیمرہ یونٹ ہو، پروفیشنل کیمرہ مین ہو، ایسا ٹیچر جو بطور ڈائریکٹر کام کروا سکے، طلبہ و طالبات میں سے آرٹسٹ ہوں۔

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں

المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0336-5554222 / 0301-7202114

جب تک کیمرے پر ریکارڈ کر کے سٹوڈنٹس کو نہیں دکھایا جائے گا تب تک وہ کیمرے کی لینگویج نہیں سمجھ سکیں گے۔ کیمرے کے ذریعے سٹوڈنٹس کو، آرٹسٹس کو، رائٹر کو ان کا کیا ہوا کام، لکھا ہوا جملہ دکھایا جائے اور بتایا جائے کہ پچھلے جملے اور اس جملے میں یہ ٹیکنیکی کمی رہ گئی ہے اس کو ہم اس طرح پورا کریں گے یا بہتر بنائیں گے۔ یہ سب چیزیں اس وقت پتا چلیں گی جب آپ کی کیمرے تک رسائی ہو گی۔

جب میں نے لکھنا شروع کیا تو ناقابل یقین حد تک پانچ سال تک لاہور ٹی وی والے میرے سکرپٹ اڑا اڑا کر پھینکتے رہے کہ شاعری کرو، تمہارا کام ڈرامہ لکھنا نہیں ہے۔ ان پانچ سالوں کے دوران میں نے بھی وہی بچوں والی حرکتیں کیں، جو ہر جذباتی آدمی کرتا ہے۔ سکرپٹ جلا دیئے!، قسم کھالی! کہ آئندہ نہیں لکھنا یہ ساری چیزیں بھی face کرنی پڑتی ہیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ پچھلے 25 سالوں میں ان باتوں کا کوئی proper حل نہیں نکالا گیا۔ میرے نزدیک یہ کام شعبہ ابلاغیات سے ہی شروع ہونا چاہیے کیونکہ ٹی وی والے شاید اب بھی یہ نہ کر سکیں۔ دنیا بھر میں لوگ چاہیے ٹورسٹ کے طور پر گئے ہوئے ہوں وہاں ایسے شارٹ کورسز متعارف کروائے جاتے ہیں جو MBBS ڈاکٹر اور MA بھی کرتا ہے۔ خواہ وہ انجینئرنگ سے متعلق ہی کیوں نہ ہو۔ ہمارے ہاں یہ رواج نہیں ہے۔ جو جس لائن پر ہے وہ اسی پر لگا رہے گا۔ ضرورت لوگوں کو different fields میں آنے کے موقع دینے کی ہے تاکہ ان کا exposure وسیع ہو۔ اگر اسے بہت بڑے لیول پر ایک دم شروع نہ کیا جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم ایک دم ہالی وڈ پر چلے جاتے ہیں اور وہاں کے معیار اور مشینری کو یہاں سے compare کرنے لگتے ہیں۔ یہاں ہمارا مقصد صرف سٹوڈنٹ کو کیمرے کے قریب لے کر جانا ہے تاکہ وہ کیمرے کو touch کر سکیں اپنے لکھے ہوئے جملوں کو بولتا ہوا دیکھ سکیں۔ اس کی

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں
المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0336-5554222 / 0301-7202114

خرابیاں جان سکیں۔ ہم لوگ اس عمل سے گزرے بغیر سب کچھ سیکھ گئے ہیں اس لئے ہمیں دھکے زیادہ پڑے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ آپ کو کم دھکے پڑیں۔ بدنصیبی یہ ہے کہ ہمارے یہاں ایسی اکیڈمیز نہیں ہیں۔ لڑکے لڑکیاں مجھ سے خط لکھ کر مصنف بننے کے طریقے پوچھتے ہیں۔ میں کیا مشورہ دوں؟ کس سے کہوں کہ انہیں سکھادو! یادہ یہ کتابیں پڑھ لو۔ میرا یقین ہے کہ جو نہیں ہے اس کا ماتم نہ کریں۔

میرا ٹی وی والوں کو بھی یہی مشورہ دیا ہے کہ اپنے سٹوڈیوز میں ایک ماہ میں چاہے ایک دن یا دو گھنٹے کا لیکچر نئے لکھنے والوں کو دیں۔ خاص طور پر لاہور اور اس کے اردگرد رہنے والے علاقوں کے طلباو طالبات کا انتخاب کریں اور ان میں سے لوگوں کی باقاعدہ ٹریننگ کی جائے۔ اس سے کم از کم وہ بنیادی مبادیات سے واقف ہو جائیں گے۔ یہ اس کی قسمت کہ وہ کتنی محنت کرتا ہے اور کتنی کا پھل پاتا ہے لیکن کم از کم اس کی بنیاد تو مضبوط ہو جائے گی۔

ریڈیو میں کسی منظر کو محسوس کروانے کا بڑا آسان طریقہ یہ ہے کہ اگر کافی ہاؤس کا منظر دینا چاہتے ہیں تو بیرے کی آواز، پیالیوں کے کھنکنے کی آواز، ٹریفک کا کچھ شور، لوگوں کے باتیں کرنے کی آواز، سے کافی ہاؤس کا impression دیا جا سکتا ہے۔ ان سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ کس قسم کا منظر دکھانا چاہا جا رہا ہے یا محسوس کروایا جا رہا ہے۔ آپ realize کر لیتے ہیں کہ یہ کوئی بازار ہے یا کافی ہاؤس کا سین ہے۔ sound effects کے ذریعے ریڈیو ڈرامے کا منظر کریٹ (create) کیا جا سکتا ہے۔

(شعبہ ابلاغیات، پنجاب یونیورسٹی میں دیا گیا ایک خصوصی لیکچرز)

خوبصورت کتابیں شائع کروانے، تھیسز کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور پی ڈی ایف کتابیں بنوانے اور حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں

المعید پبلشرز، رابطہ نمبر، 0336-5554222 / 0301-7202114